بین المسالک ہم آہنگی کے اصول و حصولِ اتحاد کے لیے تجاویز

*علاؤالدین سارنگ

**طاہرہ فردوس

Abstract

Unity has an immense role in developing nations and achieving higher goals. Unity in Muslim *Ummah* is one of the basic and major issues of the time. The increasing sectarian ethnocentrism has covered and freckled the fundamental teachings of Islam. In today's era Muslim *Ummah* is suffering from various major and minor problems and the fundamental reasons of their problems are seatrain hatred, difference of opinions in creeds, lust for power and fame, intolerance etc. All these problems took scattered Muslim *Ummah* into pieces and made them to fight on minor issues based on only difference of opinions. On the other hand the enemies of Muslim *Ummah* are united and fully aware that their strength lies in the disunity of Muslims. Moreover they are steeped in dividing Muslims into different sects and groups. It is a historical fact that in every age Muslims were disunited and disintegrated to weaken them. It is only possible when *Ummah* unites in one plate form. At the same time it is the responsibility of the Muslim rulers to play their role in for Muslim unity and Universal Brotherhood.

کسی بھی قوم کی کامیابی و کامرانی اس کے افراد کے باہمی اتحاد میں مضمر ہے۔ جس طرح پانی کا قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے اسی طرح انسانوں کے متحد اور مجتمع ہونے سے ایسی اجتماعیت تشکیل پاتی ہے کہ جس پر نگاہ ڈالتے ہی دشمن وحشت زدہ ہو جاتا ہے اور کبھی بھی اس کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ قرآنِ مجید نے ہمیں اپنے زمانہ نزول سے ہی یہ راز سکھا دیا تھا:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ[1]

”اور تیار کرو انکی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا“

علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر امت کو متحد و مجتمع ہونے کی ہدایت کی گئی ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا[2]

---

* اسکالر ایم فل علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان کوئٹہ۔

** لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان، کوئٹہ۔

"اور تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو"

آیتِ بالا میں فردِ واحد کے بجائے پوری امت سے خطاب ہے، اللہ کی رسی یعنی شریعتِ اسلامیہ کو مضبوطی سے تھام لینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ صرف اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے حکم پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ "جَمِیعاً"، یعنی سب مل جل کر اللہ کی رسی کو تھامے رکھو۔ مسلمانوں کو باہمی اتفاق سے ایک واحد قوت کی شکل میں اعتصام بحبل اللہ کرنا ہو گا اور ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہونا ہو گا۔ اسی طرح جہاں اتحادِ امت کا حکم دیا گیا ہے وہیں اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ تفرقہ باز اور امت میں پھوٹ پیدا کرنے سے گریز کیا جائے۔ حبل اللہ سے مراد جمہور علماء کے نزدیک کتاب و سنت ہیں اس اعتبار سے امتِ مسلمہ کے سامنے اتحاد و اتفاق کی دو مضبوط بنیادیں موجود ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ [3]

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔"

اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کی تعلیم و ہدایات قرآن مجید کی صورت میں امت کو عطا کی گئی ہیں جس میں انسانوں کے لیے ایک ضابطہ حیات مقرر کیا گیا ہے جس کی عملی صورت حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے، لہٰذا امت مسلمہ کو چاہیے کہ کتاب و سنت کی بنیاد پر متحد و متفق ہوں اور آپس کی تفرقہ باز سے مکمل اجتناب کریں۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اتحاد مسلمانوں کو انفرادی رائے، اعتقادات و مسلک میں اختلاف سے رائے سے نہیں روکتی بلکہ اتحاد سے مراد یہ ہے کہ ہر فرد اپنے اعتقادات پر قائم رہتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو اور دوسرے کی رائے کے کا احترام وسعت قلبی اور رواداری سے کرے اور فرقہ وارانہ تعصب سے پرہیز کرے کیونکہ تعصب تنازعہ و تصادم کو جنم دیتا ہے۔ جس طرح صحابہ کرام اور تابعین عظام باوجود اختلافِ رائے کے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی احترام اور اخوت و محبت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تعصب کی بنیاد پر اختلاف اور باہمی انتشار و بدامنی کی مذمت بیان کرتے ہوئے اسے بدترین عذاب قرار دیا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ[4]

"تو کہہ اسی کو قدرت ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف فرقے کر کے اور چکھاوے ایک کو لڑائی ایک کی دیکھ کس کس طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تا کہ وہ سمجھ جاویں۔"

آیتِ بالا کے ضمن میں ابن اثیرؒ فرماتے ہیں کہ: "شِيَعًا" سے مراد امتِ اسلام کے درمیان تفرقہ بازی پھیلانا ہے۔[5]

اتحاد کے حقیقی معنیٰ و مفہوم

وحدت کا مطلب یہ ہے کہ دو فرد، دو گروہ یا دو مذہب باوجود کہ لوگ اختلاف رائے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی بسر کریں۔ ہمارے ہاں وحدت بامعنی مسالمیت آمیز اور ایک دوسرے سے متعرض نہ ہونے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ متعرض نہ ہونا بذاتِ خود بہت مفید، پسندیدہ اور ضروری ہے، لیکن بہر حال یہ وحدت سے سے الگ معنی ہے اور دونوں الگ ایک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ الانفال میں فرماتا ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[6]

"اور حکم مانو اللہ کا اور اسکے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامراد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے"

یہ آیتِ مبارکہ مسلمانوں کا آپس میں متعرض نہ ہونے کے ضمن میں ہے یعنی ایک دوسرے کے ساتھ نزاع اور جھگڑا نہ کرو اور باہم تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرو۔

وحدت کے معنی یہ ہیں کہ دو فرد یا دو جماعتیں یا دو ملک اتحاد و اتفاق میں اس درجہ پر پہنچ جائیں کہ ایک دوسرے کی اچھائی و فائدہ کو اپنی اچھائی سمجھیں اور ایک دوسرے کے نقصان و ضرر کو اپنا نقصان و ضرر جانیں اور جس طرح اپنے حقوق کے دفاع کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح دوسرے کے حقوق کے دفاع کی کوشش کریں، وحدت کے متعرض نہ ہونے سے عمیق اور بلند معنی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا [7]

"اور تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو"

آیت بالا میں وحدت کا حکم دیا جارہا ہے اگرچہ آیت میں یگانگت اور عالمی بھائی چارگی اور برداری کی تعبیر نہیں آئی ہے لیکن اس کے بعد کی دوسری آیت میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا [8]

"ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو متفرق و منتشر ہوگئے اور ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔"

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اہل بصرہ کے متعلق بڑی ظریف تعبیر استعمال کرتے ہوئے فرمایا:" الْمُجْتَمِعَةُ أَبْدَانُهُ "[9] اہلِ بصرہ کے فقط ابدان ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

جب ایک سماج اور معاشرہ اس زمانے میں بصرہ کے لوگوں کے مانند ہوگا، اور انسان نظر کرے گا تو ایک ایک دو یا پانچ لاکھ آدمیوں کو دیکھے گا۔ لیکن یہ تمام لوگ یکہ و تنہا ہوں گے، سب الگ ہوں گے۔ اور ہر ایک خود اکیلا نظر آئے گا۔ ہر انسان فقط اپنے منافع کو حاصل کرنے اور اپنے نقصانات کو دور کرنے کی فکر میں رہے گا اور دوسروں سے اس کا کوئی مطلب و سروکار نہیں ہوگا۔

بین المسالک ہم آہنگی کے اصول

مسلمانوں کی آپس میں مختلف مسالک، مکاتب فکر اور فرقوں کے درمیان اختلاف ایک فطری عمل ہے، مگر اختلاف کو فرقہ واریت کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اختلاف کو رحمت سمجھا جائے تو بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں، لہٰذا بین المسالک ہم آہنگی کے لئے ہمیں معاشرے میں کچھ بنیادی اصول اپنانے ہوں گے، جس کی وجہ سے ہم اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور امن سے رہ سکتے ہیں۔

1۔وسعت قلبی

بین المسالک ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وسعتِ قلبی اختیار کی جائے اس سلسلے میں امام مالک کی مثال دی جاسکتی ہے۔ امام مالکؒ سے خلیفہ وقت نے درخواست کی کہ ان کی تصنیف موطا کو خلافت کی عمل داری والے تمام علاقوں میں نافذ کر کے تمام لوگوں کو اس پر عمل کا پابند بنادیا جائے تو امام مالک نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا اور خلیفہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ لوگوں تک دین

کے بارے میں مختلف باتیں پہنچی ہیں اور انہوں نے مختلف احادیث سن رکھی ہیں، مختلف علاقوں کے لوگوں تک جس جس انداز سے دین پہنچا وہاں کے لوگوں نے اسے اختیار کر لیا، اب جس چیز کو وہ درست سمجھ کر اختیار کر چکے ہیں انہیں اس سے روکنا بہت سنگین ہو گا، اس لئے لوگ جس حال میں ہیں ان کو اسی پر رہنے دیا جائے۔[10]

مختلف مسالک کے مابین مذہبی اختلافات ایک ناقابل تردید اور ناقابل تبدیل حقیقت ہے۔ قرآن نے اعتقادی اختلافات کے باب میں حق و باطل کو آخری درجے میں واضح کرنے کے بعد بھی مخالف مذہبی گروہوں کے خیالات زبردستی تبدیل کرنے کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ اختلاف ایسے ہی برقرار رہیں گے اور ان کا فیصلہ قیامت کے روز خدا کی بارگاہ میں ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلاۃ و السلام سے بھی فرمایا: فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ [11]

"تمہارا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے۔ حساب کتاب لینا ہمارا کام ہے۔"

2۔ قبولیت اور برداشت

اب اس بات کا امکان موجود نہیں کہ دو مختلف مسالک اپنا اپنا قدیمی یا مروج مسلک ترک کر دیں اور عبادات کے بارے میں احکام سے قطع نظر کرتے ہوئے عقائد و احکام کے کسی نئے پروگرام اور نظام پر اتفاق کر لیں یا پھر کسی ایک مذہب کے ماننے والے اپنے عقائد و نظریات اور نظام عبادات کو ترک کر کے دوسرے مذہب کو پوری طرح اختیار کر لیں۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں آگاہی کے ساتھ ایک دوسرے کو قبول یا برداشت کرنے کی بنیاد پر اتحاد کر لیا جائے۔

3۔ شائستگی اور خیر خواہی

رواداری اور مسلکی ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کو اہلِ بدعت، اور کافر و گستاخ کہنے کی بجائے اپنے نقطہ نظر کو مثبت انداز میں واضح کیا جائے، دوسرے کی اصلاح ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کے تحت شائستگی سے کی جائے، اسے اپنا رقیب اور مخالف سمجھنے کی ذہنیت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے "الدِّينُ النَّصِيحَةُ" [12] "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ارشادِ نبوی پورے دین کا خلاصہ ہے کیونکہ نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں اور تصوف سے مقصود اخلاص ہے، تصوف کہتے ہیں ہر صالح کام کا اخلاص کے ساتھ کرنا۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ

علیہا فرماتے ہیں کہ یہ ارشادِ نبوی تمام امورِ دین کو شامل ہے کیونکہ "نصیحۃ للّٰہ" سے قرآن پاک کے احکام معلوم ہوتے ہیں اور دوسرے جملے "ولرسولہ" سے سنت نبوی ﷺ اور معاشرتی امور معلوم ہوتے ہیں۔[13]

4۔ایک دوسرے کا احترام

مسلمانوں کے مابین محبت رسول ﷺ، محبتِ آل رسول، احترام صحابہ کرام اوراحترام ازواج مطہرات کی بنیاد پر قربت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تمام مسالک کے علمائے کرام کو دوسرے مسلک کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے احتیاط کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ہر مسلک کے اندر ایک مختصر طبقہ انتہا پسندانہ نظریات اور نفرتوں کا پرچار کرتا ہے۔اس حوالے سے یہ امر نہایت اہم ہے کہ تاریخ اسلام کی ایسی شخصیات جو کسی بھی مکتبہ فکر کے نزدیک محترم ہوں ان کی توہین کی اجازت نہیں دی جاسکتی، نہ صرف صراحتاًتوہین سے اجتناب کرنا ہو گا بلکہ اشارۃً وکنایۃً بھی ایسا کرنے سے پرہیز کرنا ہو گا۔

5۔بدگمانی سے بچنا

قرآن پاک میں مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا گیا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا[14]

"اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا"

مسلمانوں کے مابین بہت سارے اختلافات محض غلط فہمی یا ایک دوسرے سے بدگمانی کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے اختلافات میں شدت پیدا ہوتی ہے اور فریقین کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے، لیکن جب ایسے دو افراد یا گروہ باہم ملتے ہیں جن کے درمیان مخاصمت اور عداوت ہو تو باہمی تبادلۂ خیال کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقفیت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی حسن نیت اور پاکیزہ مقصد کے بارے میں اطمینان حاصل ہوتا ہے تو آپس میں الفت و محبت اور وحدت ویگانگت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

مفتی رفیع عثمانی اپنے رسالہ "اختلاف رحمت ہے، فرقہ بندی حرام ہے" میں لکھتے ہیں:

"مختلف فرقوں کے باہمی اختلافات کے ضمن میں مختلف مکاتب فکر کے اختلافات کو اس تناظر میں نہیں

دیکھنا چاہیے کہ ایک کا موقف یقیناً غلط اور دوسرے کا یقیناً درست ہے، بلکہ اس ضمن میں دیکھنا یہ چاہیے کہ جس پر ہمارا اطمینان ہے اس کے درست ہونے کا غالب امکان ہے اگرچہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ وہ غلط ہو۔ اسی طرح دوسرے کا موقف ہمارے غالب گمان کے مطابق غلط ہے اگرچہ احتمال اس کا بھی ہے کہ وہ صحیح ہو۔ کسی بھی وقوع پذیر ہونے والے واقعہ پر بلا تحقیق ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا اور اسے فرقہ وارانہ رنگ دینا نفرت اور فساد کو پھیلانے کے مترادف ہے۔"[15]

6۔ توہین اور گستاخ کے فتاویٰ سے اجتناب

گستاخِ رسول کو سزا دینا اسلامی حکومت کا کام ہے کیونکہ کوئی گستاخ رسول ہے یا نہیں اس فیصلے کا اختیار صرف اسلامی ریاست کے عہدیداروں کو ہے۔ اگر یہ اختیار عوام کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو وہ اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شک کی بنیاد پر بھی لوگوں کو قتل کریں گے جس کی مثالیں موجود ہیں، اس لئے اس پر مقدمہ چلایا جائے۔

7۔ آپ دوسروں کے اعمال کے ذمہ دار نہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بطورِ اصول یہ بات واضح کر دی ہے کہ ہر شخص اپنے اچھے برے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ کسی بھی شخص کے کسی بھی فعل کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جاسکتی اور نہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے فعل کی ذمہ داری اپنے سر لے سکتا ہے۔ ہر شخص اپنے اعمال و اقوال کا خود ذمہ دار ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى[16]

"کہ اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا۔ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اُس نے کمایا"

لہٰذا ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کے ضمن میں فکر مند رہے۔

فرقہ وارانہ اختلاف کی مذمت اور باہمی محبت کی تلقین

اسلام میں مسلکی منافرت اور مذہبی انتہا پسندی کی ہر گز گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ[17]

"جنہوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں سو قسم ہے تیرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے"

قرآن کی بہت سی آیتوں میں مسلمانوں کو اتحاد کا درس دیا گیا ہے اور مسلکی اختلاف کو مسلمانوں کی قوت میں کمزوری کا باعث بتایا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا [18]

"اور حکم مانو اللہ کا اور اسکے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو"

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا [19]

"مسلمانوں کی باہمی محبت اور مودت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم ہو، جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے۔"

یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے زیادہ عقلمند انسان کوئی نہیں دیکھا، میرا ان کے ساتھ ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر مناظرہ ہو گیا، کچھ عرصہ کے بعد جب میری ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم اس کے باوجود بھائی بھائی رہیں چاہے کہ ہمارا کسی ایک مسئلے میں بھی اتفاق نہ ہو۔یعنی تمام مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود اخوت کے رشتے میں کوئی فرق نہ آئے۔[20]

سماجی روابط معاشرے کی ضرورت ہیں

کسی مسئلے کے بارے میں اگر ہم سمجھتے ہیں کہ کسی گروہ سے ہمارا اختلاف ہے اور ہمارے پاس اس سلسلے میں منطقی دلائل موجود ہیں تو ہمیں اس مسلک یا گروپ سے ہی قطع تعلقی اختیار نہیں کر لینی چاہیے۔اختلافات کے باوجود سماجی روابط رکھنے اور ملنے جلنے میں ہی معاشرے کی بہتری ہے۔

تمام مسالک ایک دوسرے کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔دوسرے مسلک کو امت مسلمہ کا حصہ سمجھتے ہوئے بین المسالک اتحاد قائم کرنا دین اسلام میں مطلوب ہے۔

مسالک اور اختلافِ اُمت

ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کی وہ علمی آراء جو قرآن و

سنت کے نصوص کی تفہیم اور احکام خداوندی کی تشریح و توضیح میں منقول ہیں انہی کو مسلک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چونکہ ان کی آراء میں اختلافات ہیں اور اسی وجہ سے ان کے متبعین میں بھی اختلافِ رائے رونما ہوتا ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ کئی گروہوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ تاہم ائمہ مجتہدین کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے مگر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ انھوں نے ایک امام کی تقلید کو ہر حال میں واجب قرار دے دیا ہے اور دوسرے مسلک کے قول کی مخالفت کو ضروری سمجھ لیا ہے اس کی وجہ سے مسلکی عصبیت پیدا ہوئی اور ایک دوسرے کے خلاف محاذآرائی شروع کر دی گئی۔ مسلمانوں میں مسلکی عصبیت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ اس سے اسلامی تعلیمات مجروح ہونے لگی ہیں۔ قرآن میں مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے مگر مسلکی تعصب نے لوگوں کو بتایا کہ یہ ساری تعلیمات اپنے ہم مسلکوں سے متعلق ہیں اور دوسرے مسلک والوں سے ویسا ہی معاملہ کرنا بجا ہے جیسا غیر مسلموں و ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے غیر مسلموں اور ذمیوں کے حقوق الگ سے بتائے ہیں مگر مسلکی تعصب اس سے بھی آگے بڑھ گئی ہے اور اب دوسرے مسلک والے اس کے بھی مستحق نہ رہے کہ ان سے ذمیوں جیسے سلوک کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ لڑائی جھگڑا اور فساد کی کیفیت ہے اور اس کی وجہ سے بعض لوگ سرے سے مسلک کو ہی انتشارِ ملت کا سبب قرار دے رہے ہیں۔

اس وقت عالم اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ اتحاد کا فقدان ہے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کا اتحاد ایک ناقابل فراموش ضرورت ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی قدریں مشترک ہیں۔ اسلامی عقائد کا سارا نظام انہی مشترک بنیادوں پر استوار ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہ توکسی اور نبی یا رسول کی شریعت کی اتباع کرتا ہے نہ ہی اسلام کے سوا کسی اور دین کو بطورِ نظام زندگی مانتا ہے۔ سب مسلمان توحید و رسالت، وحی اور کتب سماوی کے نزول، آخرت کے انعقاد، ملائکہ کے وجود، حضور اقدس ﷺ کی خاتمیت، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت وغیرہ جیسے مسائل پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اور اگر کہیں کوئی اختلاف ہے تو صرف فروعی حد تک اور وہ بھی ان کی علمی تفصیلات اور کلامی شروحات متعین کرنے میں ہے کیونکہ اس سے عقائد اسلام کی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جب کوئی اثر نہیں پڑتا تو آخر کیا وجہ ہے کہ ایک خدا ایک نبی ایک کتاب اور ایک کعبہ کے ماننے والوں کے درمیان دینِ الٰہیہ کی سربلندی کے لیے اتحاد و یگانگت کے لازوال رشتے قائم نہ کیے

جا سکیں اور ملت واحدہ کا تصور ایک زندہ و جاوید حقیقت نہ بن سکے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا درس دیا ہے چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ[21]

"راہ ڈالدی تمہارے لئے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز جسکی طرف تو انکو بلاتا ہے اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جسکو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے"

تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں اختلاف پیدا کرنا یہود و نصاریٰ کا پرانا طریقہ ہے کہ یہودی جناب موسیٰؑ کے بعد فرقوں میں بٹ گئے اور عیسائی جناب عیسیٰؑ کے بعد فرقوں میں۔ ستم یہ ہے کہ مسلمان، اتنی ہدایتوں کے باوجود حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے جس کا سبب یہی ہے کہ مسلمان تو ضرور ہیں لیکن صحیح معنوں میں اسلام و تسلیم کو سمجھے ہی نہیں، اگر سمجھ گئے ہوتے تو اس کے نافذ کردہ قوانین پر عمل پیرا ضرور ہوتے اور اس طرح فرقوں میں نہ بٹتے۔ اور اس کے قوانین سے ہرگز سرتابی نہ کرتے۔

حصولِ اتحاد کے لیے تجاویز

مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے حصول کے لیے ذیل میں بعض تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ توحید پر استواری

ایک قوم کے مشترکہ عقائد اس قوم و ملت کے افراد کے درمیان اتحاد یکجہتی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں خاص کر جب یہ عقیدہ خدا کی وحدانیت جیسے ایک فطری امر پر مبنی ہو اور پوری قوم، اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی کو اسی توحید پر استوار کرتی ہو۔ قرآن مجید توحید (بشمول تمام پہلوؤں کے) کی بنیاد پر مسلمانوں کو وحدت اور اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کریم کی نگاہ میں بعثت انبیاء کا فلسفہ بھی خدا اور توحید کی بنیاد پر لوگوں کو دعوت دینا اور زمانے کی سامراجی اور استعماری طاقتوں سے مقابلہ کرنا رہا ہے جو ملتوں اور قوموں

کے تفرقہ اور جدائی کا باعث بنتی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ[22]

"اور بے شک ہم نے ہر امت کے لیے ایک رسول بھیجا ہے تا کہ (ان کی راہنمائی میں لوگ) خدا کی عبادت کریں اور طاغوت سے دوری اختیار کریں۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا[23]

"اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بن گئے۔"

مفسرین حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ میں "نعمت" سے مراد توحید کی نعمت ہے مسلمانوں میں اتحاد، بھائی چارہ اور اخوّت صرف توحید کی بدولت قائم ہوئی ہے۔ سنت اور اسلامی روایات میں بھی توحید کو اسلامی اتحاد امت کے بنیادی رکن اور محور کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت رسول ﷺ اپنی تحریک اسلامی انقلاب کے آغاز پر لوگوں کی کامیابی کے راز کو کلمہ توحید ہی بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **قولو لاالہٰ الا اللہ تفلحو**[24] "یعنی کہو اللہ اکیلا ہی معبود ہے، کامیاب ہو جاؤ گے" پس اسلامی روایات میں بھی اسلامی اتحاد کی دعوت اسی توحید کے محور پر بیان ہو رہی ہے تقریباً مذکورہ روایات میں توحید کو پہلے رکن کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ ان ہی آیات اور روایات کی روشنی میں عالم اسلام کے مفکر، اسلامی اتحاد کے داعی و رہبر انقلابِ اسلامی ایران، امام خمینی توحید کے محور پر مسلمانوں کو اتحاد اور یکجہتی کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "وحدت کلمہ توحید کے پرچم تلے ممکن ہے"[25]

2۔ تکفیر سے اجتناب

تکفیر (کسی کو کافر قرار دینا) اور تکفیری رجحان اسلامی تعلیمات سے متضاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کسی کی تکفیر نہیں کی گئی بلکہ آپ کے بعد یہ بغض و حسد اور تعصبات کی بنا پر اقتدار اور ذاتی مفادات حاصل کرنے کا ہتھکنڈا بن گئی۔ مسلمانوں کے درمیان زیادہ تر تصادم کی بنیاد اصولی نہیں ہے بلکہ سماجی اور مذہبی تعصبات کی بنا پر ہے۔ اسلام میں خوارج وہ پہلا گروہ تھا جس نے مسلمانوں کی تکفیر کو رائج

کیا [26]۔ان کے بعد خوارج کی فکر کے پیروؤں نے مسلمانوں کے درمیان تکفیر کا بازار گرم کیا۔ تمام اسلامی مذاہب کے مطابق توحید اور اصول دین کا زبانی اعتراف کرنے والا ہر شخص مسلمان ہے اوراس کی جان مال اور آبرو محترم ہے، غیر علمی اور ظاہری دلیلوں سے اسے مرتد یا کافر قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔

3۔ مشترکہ دشمن کی پہچان اور متحدہ محاذ کی تشکیل

تمام مسلمانوں، علماء و دانشوروں کو مشترکہ دشمن کی پہچان کرتے ہوئے اس کے خطروں سے آگاہ رہنا چاہیے۔ آج امت اسلامی کو مشترکہ دشمنوں کی جانب سے سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی لحاظ سے شدید خطرے لاحق ہیں۔ آج کی دنیا میں اسلامی فکر و نظریے کو چیلنج کیا جارہا ہے۔ یہ خطرے اب جغرافیائی سرحدوں سے ماورا ہو چکے ہیں اور ان سے اسلامی اُمہ کے تشخص کو جو دین داری اور دین کی اقدار کی پابندی سے عبارت ہے نشانہ بنایا جارہا ہے۔ بنابریں مسلمان علماء اور دانشوروں اور مفکرین پر واجب ہے کہ وہ دین اور ملت کی حفاظت کے لیے ملت کو مشترکہ دشمن اور اس کی چالوں سے آگاہ کریں اور مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک واحد بل کہ متحدہ محاذ تشکیل دیں۔

4۔ مشترکہ امور پر توجہ

ایک اہم مسئلہ جو مسلمانوں کے اتحاد پر منتج ہو سکتا ہے یہ ہے کہ تمام مسلم فرقوں کو اپنے اشتراکات پر توجہ کرنا چاہیے کیونکہ ان کے اشتراکات بہت زیادہ ہیں اور اختلافات و افتراقات بہت کم ہیں۔ لیکن افسوس کہ مشترکہ عقائد اور اصولوں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ توحید، نبوت، معاد، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جہاد، قبلہ، قرآن اور بہت سے دیگر امور مسلمانوں میں مشترک ہیں جو ان کے اتحاد کا سبب بن سکتے ہیں لیکن مسلمان نے ان مشترکہ امور کو ایسا نظر انداز کیا ہے جیسے ہیں ہی نہیں۔

5۔ اخوتِ اسلامی پر تاکید

عالم اسلام جغرافیائی اور سیاسی لحاظ سے کئی ملکوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اسلام کی رُو سے ایک اکائی ہے لہٰذا امت کی تقدیر بدلنے کے لیے تمام مسلمانوں کو مل کر کام کرنا ہو گا۔ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے، ہر مسلمان کو اپنے برادرِ دینی کی صورتحال سے آگاہ ہونا چاہیے اور خود کو اس کے درد و رنج میں شریک

سمجھنا چاہیے۔ افراد امت میں ہمدردی کے جذبات کا پھیلاؤ اور اس رجحان کی ترویج کہ ہم ایک ہیں، امت کو متحد کرنے میں معاون و مددگار ہوگا کیونکہ یہ سارے عوامل مسلمانوں کو نزدیک لانے میں موثر کردار کے حامل ہیں۔

آج دنیا میں مسلمانوں کے درمیان جو مختلف بنیادوں پر عصبیت پائی جا رہی ہے وہ شیطانی سازش کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ دشمن کی چال سازی ہے، مسلمانوں میں انتشار و افتراق دشمنوں کا پہلا حربہ ہے جس میں کافی حد تک وہ کامیاب بھی ہیں۔ جہاں بھی مسلمان ہیں وہ آپس میں ہی لڑ مر رہے ہیں۔ لہذا ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی اصولوں کو رائج کرنا ہو گا تا کہ مسلمان، اسلامی تعلیمات (قرآن و سنت) کو بطور احسن سمجھ سکیں کیونکہ اسلام خداوند عالم کے احکام کو تسلیم کرنے کا نام ہے اور اللہ کی ہدایت کو تسلیم کئے بغیر نہ ہم اپنے مقصد تخلیق سے واقف ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی زندگی کے لیے کوئی اعلیٰ نصب العین معین کر سکتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں سے ہجرت کے وقت یہ فرمایا تھا کہ:

اِن اللہ عزّوجل قد جعل لکم اخواناً و داراً تامنون بہا[27]

"اے مسلمانو! بیشک خداوند عالم نے تمہیں اخوت و برادری کی دعوت دی ہے اور اسے تمہارے لیے امن کا مسکن قرار دیا ہے۔"

ہمیں یہ اہم نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ آپس کا اتحاد و اخوت اسی وقت ممکن ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس وسعتِ قلبی ہو کیونکہ "وحدت و اخوت" فراخی قلب و ذہن چاہتی ہے۔

یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ آج دنیا میں ڈیڑھ عرب سے زیادہ مسلمان صفحہ کائنات پر زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن ان سے آج تک ایک بیت المقدس کا مسئلہ حل نہ ہو سکا !اور اگر مسلمانوں کے تفرقہ بندی کی یہی حالت رہی تو یقیناً صرف مسلمانوں کے ملک پر دشمنانِ اسلام حملہ آور ہی نہیں ہوں گے بل کہ ان کی مقدسات اور ناموس پر بھی علی الاعلان حملہ ہو گا۔ یہ لمحہ فکریہ نہیں تو اور کیا ہے کہ دشمن مختلف ادیان باطلہ پر معتقد ہونے کے باوجود اسلام کی بیخ کنی کے لیے یکجا ہو گئے اور ایک ہم، جنھیں رسول اکرم ﷺ نے امتِ واحدہ

کی سَنَد دی اور اپنی حیات میں عقدِ اخوت کے ذریعہ آپس میں باندھا، حق پر ہو تے ہوئے بھی منتشر ہیں !اور ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟کیوں ہم قرآن و سنّت کے لائحہ عمل پر عمل پیرا نہیں ہیں۔

خلاصہ بحث

بیشک اتحاد و اتفاق کسی بھی قوم کی ترقی اور اعلیٰ اہداف کے حاصل کرنے نیز سربلندی اور کامیابی کے حصول میں معجزانہ کردار رکھتا ہے۔موجودہ دور میں مسلمانوں کا اتحاد ایک اہم ترین مسئلہ اور نا قابل ان کار ضرورت ہے۔مسلمانوں میں مسلکی عصبیت اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ اس سے کئی اسلامی تعلیمات مجروح ہونے لگی ہیں۔آج مسلمانانِ عالم طرح طرح کے مسائل میں مبتلا ہیں اور اس کی بنیادی وجہ نا اتفاقی، فرقہ وارانہ منافرت، مسلکی تعصبات، ح?بِّ جاہ و اقتدار، حسد، بغض اور دوسرے مادی مفادات، عدم برداشت اور عدم اتحاد ہے۔مسلمانوں کی عظمت و عزت و سربلندی سب کچھ اختلافات کی نذر ہو گیا۔اسلام کے دشمن متحد ہیں اور اُن کا اتحاد اسی نکتے کی افادیت سے بخوبی آگاہی کی بنا پر ہے۔اور وہ مختلف سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف پیدا کرنا یہود و نصاریٰ کا پرانا طریقہ ہے۔

قرآن کریم ہمیں یہود و نصاریٰ کی اس نفسیات سے آگاہی کے ساتھ ساتھ متعدد آیات میں مسلمانوں کو متحد و متفق رہنے کا حکم دیتا ہے ، تفرقے و اختلافات سے دور رہنے ، غور و فکر سے کام لینے اور صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔آپس کا اتحاد، تقویٰ و اخوت کے اصولوں پر چلنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس وسعتِ قلبی ہو کیونکہ "وحدت و اخوت" فراخی قلب و ذہن چاہتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ تمام مسلم حکمرانوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کریں۔

حوالہ جات

[1]۔ الانفال،۸: ٦۰

[2]۔ آل عمران،۳: ۱۰۳

[3]۔ مسلم بن حجاج القشیری، النیشاپوری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، حدیث: ۲۱۳۷

[4]۔ الانعام،٦: ٦۵

[5]۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث والآثر، مصر، دار احیاء الکتب العربیہ،۲: ۵۲۰

[6]۔ الانفال،۸: ۴٦

[7]۔ آل عمران،۳: ۱۰۳

[8]۔ ایضا،۳: ۱۰۵

[9]۔ سید رضی، محمد بن ابی احمد حسین، مترجم: صبحی صالح، نہج البلاغہ،، خطبہ ۲۹، قم، انتشارات دار الھجرہ،: ۴۷

[10]۔ الموَطا بروایۃ محمد بن الحسن، باب تاریخ تالیف الموَطا طبع دار القلم، 1991ء، تحقیق، تقی الدین ندوی،٦: ۱

[11]۔ الرعد،۱۳: ۴۰

[12]۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب النصیحہ ، ریاض، دار السلام، رقم الحدیث ۵۵

[13]۔ ایضاً۔

[14]۔ الحجرات ۴۹: ۱۲

[15]۔ عثمانی، محمد رفیع، اختلاف رحمت ہے فرقہ بندی حرام ہے ، کراچی، ادارہ المعارف، جنوری 2006ء،: ۲۴

[16]۔ النجم، ۵۳: ۳۸۔۳۹

[17]۔ الحجر، ۱۵: ۹۱۔۹۲

[18]۔ الانفال،۸: ۴٦

[19]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ریاض، دار السلام، رقم الحدیث: ٦۰۱۱

[20]۔ مفتی محمد زاہد، فرقہ وارانہ ہم آہنگی برصغیر کی دینی روایت میں برداشت کا عنصر، کراچی، دار الاشاعت، 2014ء،:۲۵

[21]۔ شوریٰ، ۴۲: ۱۳

[22]۔ نحل، ۱٦: ۳٦

[23]۔ آلِ عمران،۳: ۱۰۳

[24]۔ حنبل، احمد بن محمد، (متوفی، ۲۴۱ھ) المسند، لاہور، مکتبہ نعمانی، س۔ن، رقم الحدیث ۱۵۴۴۸

[25]۔ امام خمینی، سید روح اللہ موسوی، صحیفہ نور ، وزارتِ فرہنگ والارشاد، ایران۔ س۔ن،: ۴۵

[26]۔ ابن جوزی، عبد الرحمٰن بن ابو الحسن، تلبیس ابلیس، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء،: ۱۵۴۔۱۵٦

[27]۔ ایضا، ۲: ۱۰۹